ایک کہانی ایک حقیقت

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

سحر ہونے کو ہے

میرے ہمسائے میں ایک متوسط جوڑا رہتا تھا۔ میاں کسی دفتر میں گریڈ سولہ کے آفیسر تھے۔ اور بیوی کسی سکول میں استانی ____ چھوٹی چھوٹی تو تکار تو ہر گھر میں ہوتی ہی رہتی ہے کہ یہ شادی کے برگ و بار ہیں ____ بس ابتدائی ایام ذرا سہانے گزرتے ہیں پھر بعد میں جوتیوں میں وہ دال بٹتی ہے کہ الاماں! والحفیظ! بچے سہمے رہتے ہیں۔ ____ محلے والے تماشا دیکھتے ہیں اور عزیز رشتہ دار محبوب نمک مرچ لگا کر واقعات کو یوں بیان کرتے ہیں جیسے ان کے ہاں کبھی کچھ ہوا ہی نہیں ____ اصل میں شادی ایک بندھن ہے جیون بھر کا ____ ایک ابدی امتحان ____ ایک مستقل آزمائش ____ کہ کہیں میاں حد سے اتنے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف کو آگ دکھا کر، بیوی بچوں پر جبر و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں۔ انہیں مالی اور ذہنی کوفت سے دوچار کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ کرتے ہیں۔ اور کہیں بیوی کی وہ کج بحثی اور بدزبانی کہ شیطان بھی پناہ مانگے وہ اپنی زبان درازی سے گھر کے ماحول کو ہر وقت بے سکونی سے دوچار کئے رکھتی ہے۔

قارئین! ہمارے ہمسائے میں جو جوڑا رہتا تھا ان میں میاں مظلوم و مقہور تھا۔ بیوی کی کرخت آواز کا یہ شور اکثر سنائی دیتا:۔

''میں تیری بندھی ہوئی نہیں ہوں......... جہاں میری مرضی میں جاؤں اور جس وقت مرضی آؤں تو مجھے نہیں پوچھ سکتا......... تو میرا مالک نہیں ہے..........۔''

میں نے کھانے پکانے کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا......... میں کسی کے باپ کی نوکر نہیں ہوں......... جو کچھ کھانا ہو، بازار سے لے کر آیا کرو..........!

اچھا! اب ان کے لئے پکاؤ بھی .... سنبھالو بھی اور دینے بھی جاؤ......... نوابزادوں کے کیا نخرے ہیں .... اب یہ خود اٹھا کر کھا بھی نہیں سکتے.......... جس آدمی کا گھر میں یہ حال ہو وہ باہر کیا کرتا ہوگا؟''

بچوں سے کہتی:۔

''میں دیکھوں گی جب تمہیں کوئی کنجرآ کر لے جائے گا.......... ! انشاءاللہ تم گھر بسا کر ہی آؤ گی.........! تمہاری خاندانی فطرت ہے کسی سے بنا کر نہ رکھنا۔ جو گھر میں بنا کر نہیں رکھ سکتے وہ باہر کیا بنا کے رکھیں گے؟''

خاوند بے چارہ بیوی کی جلی کٹی سنتا اور ساتھ ساتھ بیوی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کے جلے ہوئے حصے بھی الگ کرتا جاتا......... ہمیشہ نکو بنا رہتا اور دفع شر کے لئے کچھ نہ کہتا کہ اس کی ذرا سی بات سے بھی، بیوی طوفان کھڑا کر دیتی......... بیوی جود کھاوے کے لئے ہمسایوں کے سو سو کام کر آتی تھی۔ تاکہ لوگ کہیں ''بہت اچھی خاتون ہے''......... صرف جھوٹی تعریف کے لئے، کسی کے چاول پکا کر آرہی ہے......... تو کسی کے کپڑے دھونے والا پاؤڈر بنا کے دے رہی ہے......... کسی کو اچار ڈال

کے دے رہی ہے تو کسی کا دودھ اپنے گھر ابال کر اس کے گھر پہنچا رہی ہے۔

قارئین! دوسروں کے کام آنا بے شک ایک قابل تحسین جذبہ ہے مگر اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کے کام کرنے والے کی کون بے وقوف تعریف کرے گا! اپنے میاں کو تو وہ، کھانے کے وقت، پانی کا گلاس دینے کی بھی روادار نہ تھی۔ وہ بھی قسمت کا مارا خود لے کے بیٹھتا وہ عورت گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کیئے رکھتی خاص طور پر کھانے کے دوران مسائل کا اظہار اور رنج بحثی کی تکرار، اس کا شیوہ تھا۔ اوپر سے رہی سہی کسر ٹی وی پروگرام ''سحر ہونے کو ہے'' نے پوری کر دی۔ عورتوں کی آزادی'' کے نام پر مادر پدر آزاد مال زادیوں نے ایسی باتیں نشر کرنا شروع کیں کہ عورت بگنٹ ہوتی چلی گئی کہتے ہیں کہ گھر سے عورت اور بندوق سے گولی، ایک دفعہ چلی تو توبہ ہی بھلی! وہ جو پہلے ہی سانپ تھی۔ اڑنے لگی۔ ____ نیم برہنہ لباس پہن کر مٹر گشت کرنے والی اس اللہ ماری کو اس لطیف بات کا کیا احساس کہ ''جس کا کپڑا پتلا اس کا ایمان بھی پتلا'' ____ رات گئے گھر آنا اس کا معمول بن گیا۔ میاں زمانے کے آلام و مصائب کا مارا ہوا گھر آتا تو جل بھن کر رہ جاتا۔ اس کا خون کھولتا مگر کر کچھ نہ سکتا۔ بیوی، میاں کی طرف کیا دھیان دیتی کہ اسے اس سے سیدھے سبھاؤ بات بھی کرنا گوارا نہ تھا ____ ہر وقت کے توہین آمیز سلوک نے اسے چارپائی سے لگا دیا۔ مستقل بخار رہنے لگا۔ کھانسی کی پھانسی اس کے گلے کا ہار بن گئی ____ ڈاکٹر نے تپِ دق کے مرض کی تصدیق کر دی۔ وہ ہر وقت اپنے کمرے میں پڑا کھانستا رہتا ____ تھوکتا رہتا ____ تھوکتا رہتا ____ کھانستا رہتا ____ دوسرے کمرے سے بیوی کی آواز آتی .... ''اسے کہو! نالی پر جا کے تھوکے۔ سارے گھر کو اگالدان بنا رکھا ہے ____ اور پھر بچوں کے ساتھ ٹی وی ڈراموں اور گانوں میں مگن ہو جاتی ____ اگر اسی دوران میاں کے کھانسنے کی آواز آ جاتی تو بچوں سے کہتی کم بختو! آواز ہی اونچی کر دو۔ ایک اس کی کھانسی ہمارے لئے عذاب بنی ہوئی ہے ____ آخر ایک دن میاں کو خون کی قے آئی اور اس کی آخری ہچکی کی آواز، ٹی وی کی آواز میں دبتی چلی گئی ____ ادھر پروگرام ''سحر ہونے کو ہے'' اپنے عروج پر تھا ____ ادھر میاں کی کھانسی اپنے مقطع پہ آ پہنچی تھی ____ اور وہ کسمپرسی کے عالم میں اپنے شکستہ دل و دماغ اور ٹوٹے ہوئے اعصاب کے ساتھ، آہستہ آہستہ چاہِ مرگ میں ڈوب رہا تھا اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ:

کسی کی آہٹ پہ فضا کان دھرے بیٹھی ہے
خامشی کس کو شرِ شام صدا دیتی ہے
''سحر'' کب آئے گی مگر اذنِ تماشا لے کر
شب گریزاں ہے مگر حکمِ نوا دیتی ہے''
کون ہوتا ہے شریکِ غمِ ہستی اے دوست!
ڈال بھی سوکھے ہوئے پات گرا دیتی ہے

☆